امام اہل سنتؒ کے عقائد ونظریات

تحقیق اور اصول تحقیق کے آئینہ میں

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی

[امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ علمائے اہل السنت علمائے دیوبند کے ایک مستند ترجمان تھے، ان کے عقائد ونظریات پر مشتمل یہ مقالہ آپ کے صاحبزادے کا تحریر کردہ ہے، جس میں انہوں نے حضرت کے عقائد ونظریات اور طرز تحریر اور اسلوب پر خاصی تفصیلی وتحقیقی نظر ڈالی ہے اور حضرت کے عقائد ونظریات کو اجاگر کیا ہے۔ یہ مقالہ خاصہ طویل اور بہت اہم ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا خلاصہ قارئین وفاق کی خدمت میں پیش ہے۔..........] (ادارہ)

یہ ایک مسلمہ اور بدیہی حقیقت ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی تحقیق اور ریسرچ کے لئے ٹھوس اور پختہ اصولوں کی ضرورت ہوتی۔ ناپختہ اور کمزور اصولوں کی بنیاد پر کی جانے والی ہر تحقیق ناپائیدار ہوگی۔ اس اعتبار سے تحقیق وریسرچ کے لئے سب سے پہلے اصولوں کا تعین ضروری اور ناگزیر ہے، کیونکہ یہ ایک یقینی اور ناقابل تردید امر ہے کہ ٹھوس اور پختہ اصول ہی بے راہ روی سے بچاسکتے ہیں اور وہی اصول محفوظ ومضبوط فکر کی طرف صحیح راہنمائی کرسکتے ہیں۔

امت مسلمہ میں تحقیق کے لئے اصول متعین کرنے کے عام طور پر دو طرز متعارف ہیں۔ پہلا یہ کہ تحقیق کرنے والا اپنے لئے اصول تحقیق خود ہی وضع کرے اور انہی خود ساختہ اصولوں کی بنیاد پر اپنی تحقیقی عمارت استوار کرڈالے۔ ہر دور کے جدت پسندوں کا عموماً یہی طرز رہا ہے جس کی وجہ سے ان کی اکثر وبیشتر تحقیقات قصہ پارینہ بن کر رہ گئیں اور تاریخ کے اوراق میں صرف ان کا تذکرہ ہی ملتا ہے۔ اس کے برعکس اصول تحقیق متعین کرنے کا دوسرا متعارف طرز یہ ہے کہ تحقیق کرنے والا اپنے معتمد اہل تحقیق اکابر کے فراہم کردہ تحقیقی اصولوں پر ہی اعتماد وانحصار کرے اور انہی اصولوں کی بنیاد پر اپنے تحقیقی قلعے تعمیر کرے۔ ہر دور کے قدامت پسندوں نے ہمیشہ اسی طرز کو اختیار کیا جس کی وجہ سے ان کی تحقیقات کا رزلٹ اور نتیجہ ایک تواتر اور تسلسل کے ساتھ سامنے آتا رہا اور آج بھی الحمدللہ محفوظ ہے۔

امام اہل سنت کا طرز تحقیق: ہمارے شیخ مکرم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے اپنے تقریباً ساٹھ سالہ علمی وتحقیقی دور میں جس قدر مسائل میں بھی تحقیق فرمائی اور تقریری اور تحریری طور پر ان مسائل کا اعلان واظہار فرمایا، انہوں

نے ہمیشہ دوسرے طرز تحقیق کو ہی اختیار کیا اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو پسند کیا۔ اسی کی تعلیم دی، اسی کی ترغیب دی اور تاحیات اسی پر ثابت قدم رہے۔

تحقیق وریسرچ کے حوالے سے حضرت شیخ کے ساتھ بحمد للہ تعالیٰ جو خصوصی قرب مجھے حاصل رہا، خاندان صفدریہ کے کسی اور فرد کو شاید وہ قرب حاصل نہ ہو۔ متعدد کتب کے مسودات کی تصحیح، حوالہ جات کی تلاش میں معاونت اور مختلف فرق باطلہ کی کتب کی فراہمی کے علاوہ اکثر وبیشتر ان سے فکری اور اعتقادی سوالات کرنے کی عادت نے اس فکری قرب کو بڑے مضبوط بندھنوں میں جکڑ رکھا تھا۔ ان گنت بار مختلف اعتقادی ونظریاتی مسائل کی تحقیق، قدیم وجدید مذاہب باطلہ کے بارے میں معلومات اور اسلاف امت کی تحقیقات سے متعلق سوالات اور ان کے معقول ومدلل جوابات نے اہل السنت والجماعت کے اصول وعقائد کے بارے میں میرے اندر غیر متزلزل ذہنی پختگی پیدا کردی۔ حضرت شیخ کو بھی میری تمام تر علمی وعملی کمزوریوں، کوتاہیوں اور میرے طبعی لاابالی پن کے باوجود میری فکری واعتقادی پختگی کا پورا ادراک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علالت ونقاہت کے ایام میں ان کے پاس عقائد ونظریات پر مشتمل جو کتاب بھی تقریظ وتصدیق کے لئے آتی، وہ میرے پاس ارسال فرما دیتے۔ حضرت شیخ کے حکم پر حضرت شیخ کی جانب سے میں نے بحمد للہ تعالیٰ نصف درجن سے زائد کتب پر تقاریظ لکھیں جو انہوں نے مکمل سماعت فرما کر ان پر اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ خدا تعالیٰ مجھے اور حضرت شیخ کے دیگر متعلقین ومتوسلین کو حضرت شیخ کے علمی وتحقیقی فکر وفلسفہ پر تاحیات قائم وثابت رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت شیخ کا اسلاف ؒ پر اعتماد اور جدید فتنوں سے نفرت: حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنے اسلاف پر کس قدر اعتماد تھا اور جدید وقدیم فتنوں سے کس قدر نفرت ان کے دل میں تھی، اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے ایمان ویقین کی روشنی اور عقل وشعور کے نور سے ان کے بیانات کو سنا اور ان کی تحریرات کو پڑھا ہے۔ ان گنت لوگوں کے سامنے بے شمار دفعہ انہوں نے فرمایا کہ:

> ''انسان جب اپنے علم وفہم اور عقل ودانش پر ہی مکمل بھروسہ کرتے ہوئے اپنے خود ساختہ اور خود تراشیدہ اصولوں کی بنیاد پر اور اپنے ذہن میں مخصوص ومتعین کئے ہوئے دلائل کی روشنی میں تحقیق کرتا ہے تو اس کے اندر تکبر وانانیت اور شہرت وخود پسندی کا خناس پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جو اسے نہ صرف اکابر واسلاف کے فکر وفلسفہ سے دور لے جاتا ہے، بلکہ اکثر اوقات اسے الحاد وزندقہ کی پستیوں میں دھکیل دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی جدت پسندانہ تحقیقات ایک نئے مکتب فکر اور جدید فرقہ کو جنم دیتی ہیں اور وہ اپنے پرستاروں، عقیدت مندوں اور حواریوں سمیت ضلالت وگمراہی کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے جہاں سے اس کی انانیت، خود رائی اور شہرت پسندی اس کی واپسی کے راستے اکثر وبیشتر بند کردیا کرتی ہے۔
>
> اس کے برعکس اکابر واسلاف کے فراہم کردہ متواتر ومتوارث اصولوں کی بنیاد پر کی جانے والی تحقیقات سے انسان کے اندر نہ صرف عجز وانکساری اور تواضع پیدا ہوتی ہے، بلکہ اس کے ذریعے اسلاف کی متواتر ومتوارث فکر سے علمی وروحانی نسبت ووابستگی بھی قائم رہتی ہے۔ اس تحقیق کے اندر روحانیت کا نور بھی پیدا ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے اس کے لئے خصوصی نصرت وحفاظت کا غیبی انتظام بھی کارفرما ہوتا ہے جو ان

گنت لوگوں کی ہدایت وراستی کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور بے شمار افراد کو گمراہی و بے راہ روی سے بچانے کا سبب بھی۔''

حضرت شیخ نے اپنے اسی فکر وفلسفہ کو زندہ رکھا اور اسی کو پروان چڑھایا، تقریری طور پر بھی اور تحریری انداز میں بھی۔ چنانچہ ایک مقام پر دہ عصر حاضر کی جدت پسندانہ ذہنیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''انسان کی فطرت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ وہ ہر طرح سے آزاد رہنے کو پسند کرتا اور قید و بند کی زندگی کو اپنی خواہشات اور اہوا کے پورا کرنے میں مزاحم پاتا ہے۔ وہ ہر ایسی زندگی کی طرف لپک کر آگے بڑھتا ہے جو اس کو ہر قسم کی جسمانی و روحانی اور عقلی و ذہنی آزادی کا پروانہ دیتی ہو اور ہر اس زندگی کے تسلیم کرنے میں تامل اور پس و پیش کرتا ہے جو اس کو ایک خاص دائرۂ عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات میں مقید کر دینا چاہتی ہو۔ اس عمومی فطرت کے ساتھ ان وساوس و خطرات اور شکوک و شبہات کو بھی اگر ملا لیا جائے جو ہر وقت عدو مبین، ابلیس لعین القا کرتا رہتا ہے تو بدی کی گاڑی اور تیز ہو جاتی ہے۔ اور اس نام نہاد دور تہذیب و تمدن میں عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات سے جو کھلی چھٹی ملی ہے، اس کی مثال قرون اولیٰ میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی......اور منکرین حدیث بھی اکثر حالات میں حدیث سے محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ ان کے نفس کی آسودگی کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ یہ تو ان کے ضمیر، سیرت، کردار، اخلاق، نفس اور پوری زندگی کے لئے سخت آزمائش ہے۔ یہ گویا ان کے لئے پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کا بستر ہے اور یہاں ہی سے آپ کو حق و باطل کی کش مکش اور اسلام و جاہلیت کی مستقل آویزش و پیکار نظر آجائے گی اور اللہ والے صرف یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے خزاں رسیدہ چمن میں پھر سے بہار آجائے۔'' (صرف ایک اسلام ص: ۲۱،۲۲)

حضرت شیخ نے ماڈرن اسلام کی طرف تیزی سے پیش قدمی کرنے والے جدت پسند طبقات کی پوری ذہنیت اور مکمل نفسیات انسانی فطرت کے تقاضوں کی روشنی میں بیان کردی ہے اور ان کے ساتھ قدامت پسندوں کی محاذ آرائی کے اسباب بھی بیان کردیئے ہیں۔ جدت پسند طبقات دین و اسلام کا نیا نقشہ اپنی نفسیات کے مطابق تیار کرنا چاہتے ہیں جبکہ قدامت پسند طبقہ فکر و عمل کے حوالے سے قرون اولیٰ سے ہی وابستہ رہنا چاہتا ہے اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو اسی سے وابستہ رکھنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ اپنی دینی و ایمانی حکمت و بصیرت کے ذریعے دینی و فکری آزادی کا ہولناک انجام اور عبرتناک تباہی بخوبی دیکھ رہا ہے۔

اصحاب علم و تحقیق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مذکورہ فرامین کی اہمیت و واقعیت اور اس کے استدلالی وزن سے بخوبی واقف و آگاہ ہوں گے اور خود حضرت شیخ کی تحقیقات و تصنیفات سے اس حقیقت کا پوری طرح ادراک ہو جاتا ہے کہ ان کے تحقیقی قلم کے پیچھے اگر دست قدرت کی خصوصی نصرت و حفاظت کارفرما نہ ہوتی اور رحمت الٰہیہ ان کے شامل حال نہ ہوتی تو نہ اسے علمی و عوامی حلقوں میں اتنی مقبولیت و پذیرائی حاصل ہوتی، نہ وہ لاکھوں افراد کی ہدایت کا ذریعہ بن پاتا، اور نہ وہ اکابر و اسلاف کی بے پناہ تائید و اعتماد کا مستحق قرار پاتا۔ گویا

بوئے گل، جان چمن، روح بہاراں ہم ہیں — کوئی کیا کہہ کے نکالے گا گلستاں سے ہمیں

امام اہل سنت کا خطاب: حضرت شیخ کی فکر اسلاف سے اسی غیر متزلزل وابستگی اور اس کی اشاعت و ترجمانی کی بنا پر ملک بھر

کے جملہ علمائے دیوبند نے انہیں بالاتفاق امام اہل سنت کے خطاب سے نوازا۔ اس تحریک کے اصول محرک حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا ولی حسن ٹونکیؒ اور شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تھے، جنہوں نے ملک بھر کے اکابر علما کو اعتماد میں لے کر یہ فیصلہ کیا تھا لیکن لسانی بنیادوں پر کراچی کے اندر ہونے والے واقعات وفسادات اور ان کی وجہ سے بگڑنے والے حالات اس تقریب کو تاخیر والتوا کی طرف دھکیلتے چلے گئے۔ بالآخر ۱۹۹۲ء میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، مفتی محمد رزولی خان مدظلہ، مفتی محمد نعیم مدظلہ اور مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور انہی کی دعوت وتحریک پر کراچی کے اندر برنس روڈ پر ایک عظیم الشان امام اہل سنت کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں حضرت شیخؒ کو ''امام اہل سنت'' کا خطاب دیا گیا۔ اس موقع پر دیگر علمائے کرام کے علاوہ استاذی المکرم برادر محترم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ نے بھی خدمات کے موضوع پر بیان کرنے کا حکم دیا۔ حضرت شیخ کی موجودگی میں ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر اظہار خیال کرنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔ لڑکھڑاتی ٹانگوں، لرزتے وجود اور کپکپاتی آواز میں، میں نے عرض کیا کہ:

''عصر حاضر کے جدید مفکرین ومحققین (سرسید احمد خان، مرزا غلام احمد قادیانی، عبداللہ چکڑالوی، علامہ عنایت اللہ المشرقی، چوہدری غلام احمد پرویز، مودودی وغیرہ) اور حضرت شیخ کے طرز تحقیق میں یہ واضح ونمایاں فرق ہے کہ وہ تمام جدید مفکرین ماضی کے پورے علمی وتحقیقی اثاثہ کو کالعدم وناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے اپنے خود ساختہ اصولوں کے ذریعے اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ اسلاف امت اور اکابرین اہل سنت کی اجماعی واتفاقی تحقیقات صحیح تھیں یا غلط؟ اور پھر ھم رجال ونحن رجال کے..... پرستانہ فلسفہ کی بنیاد پر اپنی خود ساختہ وبے بنیاد تحقیق کے حوالے سے اسلاف امت کی متواتر ومتوارث تعلیمات وتحقیقات کو غلط قرار دے کر ان کے مقابلے میں ایک جدید فرقہ اور نیا مکتب فکر قائم کر لیتے ہیں۔ جبکہ ہمارے حضرت شیخ کی تمام عقائد ومسائل کے اندر تحقیقی بنیاد اسلاف اہل سنت اور اکابرین دیوبند کے فکر وفلسفہ اور اصول وقواعد سے غیر متزلزل وابستگی پر قائم ہے اور انہی کی تحقیقات کو اپنی ہر تحقیق کی بنیاد بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام جدید مفکرین اپنی تحقیق کے ذریعے اسلاف امت کے افکار ونظریات پر تنقید کرتے ہیں جبکہ ہمارے حضرت شیخ اپنی تحقیق کے ذریعے اکابرین اہل سنت کے عقائد ونظریات کا دفاع کرتے ہیں۔''

کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم اپنی قیام گاہ (جامعہ بنوریہ) پر پہنچے تو حضرت شیخ نے میرے اس بیان کو خواب سراہا اور شاباش دی۔ تحسین وآفرین کے ان انمول جملوں نے میرے اعتماد وحوصلہ کو مزید نکھار دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم نے اپنی تقریر کے اندر جو کچھ بیان کیا، وہی حق اور حقیقت ہے۔ اپنی علمی زندگی کے اندر اس بات کو ہمیشہ کے لئے اپنا علمی وتحقیقی اصول بنالو کہ ہمارے لئے حق پر قائم رہنے اور ہر قسم کی گمراہیوں اور الحادی آلودگیوں سے بچنے کا واحد حفاظتی راستہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم اپنے اکابر واسلاف کے علم وفہم اور ان کی امانت ودیانت پر مکمل اعتماد رکھتے ہوئے ان کی متواتر تعلیمات وتحقیقات اور عقائد ونظریات سے پوری طرح وابستہ رہیں، کیونکہ اس راہ سے بھٹک کر ہم شرک وبدعت، کفر ونفاق اور الحاد وزندقہ کی کسی بھی تاریکی میں کھو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ تمام عقائد ونظریات اور افکار واعمال میں اپنے اسلاف واکابر کا دامن تحقیق تھامے رکھنا، کسی جدید تحریک کے دل فریب افکار وتصورات کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، کیونکہ اسی میں ہماری دینوی ہدایت پوشیدہ

ہے اور اسی میں اخروی نجات مضمر ہے۔

تحقیق اسلاف کے مقابل اظہار رائے سے اجتناب: اسی سفر کے دوران (جو تقریباً ایک ہفتہ کا تھا) حضرت شیخ کراچی کے مختلف چھوٹے بڑے مدارس میں بھی تشریف لے گئے۔ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال، جامعہ بنوریہ، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، جامعہ فاروقیہ اور دارالعلوم کراچی وغیرہ مدارس میں مختلف علمی و مسلکی عنوانات پر علما و طلبہ سے خطاب فرمایا۔ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں حضرت شیخ کے بیان کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا جہاں اس وقت شیخ الحدیث مولانا سحبان محمودؒ، مفتی اعظم پاکستان، مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ بھی تشریف فرما تھے۔ مفتی اعظم نے حضرت شیخ کو خطاب کی دعوت دی۔ اس موقع پر حضرت شیخ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:

''میں نے تقریباً پچاس سال تک مختلف فکری واعتقادی اور فقہی واجتہادی مسائل پر تحقیق کی اور تحقیق کے دوران بعض علمی وفقہی ایسے مسائل بھی میرے سامنے آئے جن کے بارے میں ذاتی تحقیق ومطالعہ کی بنا پر میری ذہنی رائے اکابرین اہل سنت کی تحقیقی رائے سے مختلف رہی، لیکن میں نے تقریری وتحریری طور پر کبھی بھی پبلک کے سامنے اپنی ان ذہنی آرا کا اظہار نہیں کیا، اس لئے کہ خود کو اکابر واسلاف کی علمی وتحقیقی سطح کے برابر لانے کا تصور بھی دل میں پیدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ یہی سوچا کہ میری اس ذہنی رائے کے پیچھے تحقیق میں کوئی نہ کوئی کمی موجود ہے۔ اسی سوچ وفکر کے تحت ہمیشہ اپنے اکابر واسلاف کی تحقیقی آرا کو ہی اصح سمجھا، انہی کو دل وجان سے قابل قبول جانا اور انہی کی اتباع وپیروی کو اپنے لئے باعث ہدایت ونجات سمجھا، بلکہ ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی تھے جن کے بارے میں طویل مدت کے بعد تحقیقی طور پر بھی مجھ پر یہ منکشف ہوگیا کہ اس مسئلے میں بھی اکابر کی تحقیق ورائے ہی مدلل ومحقق تھی۔ میں نے جن دلائل پر اپنی اپنی رائے قائم کی تھی، وہ توریت کا گھروندا تھے۔ اس لئے میں اپنے عزیز علمائے کرام اور طلبہ سے درخواست کرتا ہوں، ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اکابر واسلاف کی اجماعی واتفاقی تحقیقات وتعلیمات سے کبھی انکار وانحراف نہ کرنا اور نہ ہی کبھی جمہور اہل سنت کا دامن چھوڑنا کیونکہ ہمارے علم وفن اور دیانت وامانت کی انتہا بھی ان کے علم وحکمت کی ابجد کو نہیں چھو سکتی۔ انہی پر اعتماد میں ہماری نجات ہے اور انہی میں ہمارے لئے خیر وبرکت ہے۔''

حضرت شیخ کے اس ناصحانہ وحکیمانہ بیان سے ان کا طرز تحقیق بہت حد تک کھل کر سامنے آجاتا ہے اور ان کے طرز تحقیق اور اصول تحقیق کو سمجھنے میں کسی قسم کا کوئی ابہام واشکال باقی نہیں رہتا۔ انہوں نے نہ صرف اسی طرز تحقیق کو تاحیات اختیار کیا بلکہ دوسروں کے لئے بھی اسی کو پسند کیا اور اسی کی ہمیشہ تلقین کی۔

عصر حاضر کا فکری المیہ: عصر حاضر کا سب سے بڑا فکری ونظریاتی المیہ یہ ہے کہ اس عہد جدید میں ایک طرف تو اسلام کے متواتر واجماعی عقائد کی حقیقت پسندانہ اور واقفیت پر مبنی تعبیر وتشریح کا پرچار کرنے اور اس ذریعے سے دور حاضر کی امت مسلمہ کا فکری ونظریاتی رشتہ قرون اولیٰ سے جوڑنے والے اصحاب علم وفکر علما ودانشور تو قضا وقدر کے ہاتھوں مجبور ہوکر تیزی کے ساتھ یہ دنیا خالی کررہے ہیں جس سے علم وفکر کی مسندیں ویران ہورہی ہیں، جب کہ دوسری طرف ان کی جگہ پروفیسرز، ڈاکٹرز اور جدید تعلیم یافتہ نام نہاد دانشوروں کا وہ جدت پسند طبقہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مفکرین اسلام اور مذہبی اسکالروں کی صورت میں

سامنے آرہا ہے یا ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت سامنے لایا جارہا ہے جونئی روشن خیالی کے دلفریب و گمراہ کن عنوان سے اسلام کی وہ مسخ شدہ تصویر پیش کررہا ہے جس کے خدوخال کا کوئی بھی پہلو قرون اولیٰ کے اعتقادی تصور اور اہل سنت والجماعت کے متواتر و اجماعی فکر سے کسی قسم کی فکری و نظریاتی مطابقت نہیں رکھتا۔ جدید مفکرین کا یہ گروہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ہے اور اپنے جدید فکر و فلسفہ اور اپنے خودساختہ اصولوں کے ذریعے امت مرحومہ کا فکری رشتہ قرون اولیٰ اور اہل سنت کے متواتر و اجماعی فکر سے کاٹ دینا چاہتا ہے۔ اگرچہ ایسے جدت پسند ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں، لیکن اس دور میں تو عالم اسلام میں بالعموم اور برصغیر میں بالخصوص برساتی مینڈکوں کی طرح برآمد و نمودار ہورہے ہیں۔

ہمارے ملک کے اندر جدت پسند تحریکوں کی پشت پر اسلام دشمن مغربی قوتیں، اشتراکیت کی ہم نوا سیکولر لابیاں اور اس ملک کی پچانوے فی صد اکثریت اہل سنت والجماعت کو ان کے آئینی و قانونی حق سے محروم کردینے کی سازش کرنے والے کچھ مذہبی طبقات موجود ہیں۔ ارباب فکر و دانش کے لئے اس پہلو پر غور و فکر اور توجہ کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ وہ اس بات کا کھوج لگائیں کہ کون سا خفیہ ہاتھ، کن خفیہ مقاصد کے لئے ان جدت پسند الحادی تحریکوں کے الحادی نظریات کے فروغ اور ان کی اشاعت کے لئے کروڑوں ڈالر کا ماہانہ خرچہ برداشت کررہا ہے؟ بے حیائی، فحاشی، عریانی اور اخلاقی تباہی کو فروغ دینے والے جن ٹی وی چینلز پر اہل حق علما کو اپنا موقف و نظریات اور اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے چند منٹ کا وقت حاصل کرنا بھی دشوار ہے اور انٹرویوز کے دوران بھی ان کے نقطہ نظر کا اصل حصہ وقفہ کی نذر کردیا جاتا ہے، ان ٹی وی چینلز پر جدید مفکرین کی گھنٹوں گفتگو کا بل آخر کون ادا کرتا ہے اور کن مقاصد کیلئے؟

دور جدید کا سب سے بڑا قدامت پسند: عصر حاضر میں قدامت پسندی کا لفظ ہمارے پورے معاشرہ کے اندر ایک گالی بن کر رہ گیا ہے حالانکہ اسلامی عقائد و نظریات کا مکمل حقیقی ڈھانچہ قدامت پسندی ہی کی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہے۔ وہ اپنے اندر حالات کی تبدیلی کے ساتھ احکام و افکار کے تغیر و تبدل کا کوئی تصور نہیں رکھتا۔ وہ حالات اور اس کے تقاضوں کو اپنے ساتھ چلاتا ہے، خود کسی سوسائٹی، سماج اور تہذیب کے تابع ہو کر نہیں چلتا۔ اپنی اسی خوبی کی بنا پر وہ چودہ سال کے بعد بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، ورنہ دیگر مذاہب تو اپنی اصلی و حقیقی حالت ایک صدی تک بھی برقرار نہیں رکھ پائے۔ وہ تغیر و تبدل اور تحریف کے اتنے مراحل سے گزر چکے ہیں کہ ان میں سے ان کی حقیقی روح و تعلیم شاید خوردبین سے بھی نہ مل پائے اور اگر اسلام کے اندر بھی تغیر و تبدل کا وہی سلسلہ جاری رہتا تو وہ بھی اپنی حقیقی صورت کھو چکا ہوتا۔ اسلام اگر سنت نبوی اور سیرت صحابہ کا نام ہے (اور واقعی اسی کا نام ہے) تو اس سے ذہنی و عملی وابستگی کسی صورت بھی قدامت پسندی کے بغیر ممکن نہیں اور پھر قرون اولیٰ کے بعد ہر دور کے قدامت پسندوں نے ہی اپنے اپنے دور کے جدت پسندوں کا مقابلہ کرکے اسلام کی اصلی و حقیقی تعلیمات کی حفاظت کی، ورنہ ہر عہد کی تعبیرات و تشریحات کی شکل قسط وار بگاڑی جاچکی ہے۔ اس اعتبار سے قدامت پسند طبقہ کا امت پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے جدت پسند طبقہ کے ہاتھوں اسلام کی حقیقی شکل و صورت مسخ ہونے سے بچالی ہے۔

ہمارے شیخ مکرمؒ بھی قدامت پسندی کے اسی متواتر سلسلہ کی ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر کڑی تھے جو اپنے اکابر و اسلاف کی متواتر و متوارث تعلیمات کے وارث و امین بھی تھے اور ان کے ترجمان و نگہبان بھی۔ وہ علم و تحقیق کے حوالے سے جتنی بڑی اور بلند شخصیت کے مالک تھے، فکر و اعتقاد کے اعتبار سے اتنے ہی بڑے اور بلند قدامت پسند تھے اور ہمیشہ اپنی قدامت پسندی پر فخر و ناز

کرنے والے تھے۔ اگر وہ واقعی طور پر عصر حاضر میں عالم اسلام کی سب سے بڑی علمی شخصیت تھے تو پھر بلاشبہ وہ دور جدید کے سب سے بڑے قدامت پسند تھے۔ اس حوالے سے وہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی قدامت پرستی، انتہا پسندی، بنیاد پرستی اور دقیانوسیت جیسے مغربی واشتراکی پروپیگنڈے سے نہ کبھی متاثر ہوئے اور نہ کبھی اس کے سامنے ذہنی مرعوبیت کا مظاہرہ کیا۔ مغربی تہذیب وثقافت کی ''اناولاغیری'' کی للکار ہو یا اشتراکیت کی فکری یلغار، یورپین فکر وکلچر سے مرعوب ودہشت زدہ مشرقی میڈیا کا پروپیگنڈا ہو یا فریب خوردہ جدت پسند طبقہ کا اسلامی تعلیمات پر حملہ، انہوں نے کبھی بھی کسی طرز کے فکر جدید کی تائید وتصویب نہیں کی اور نہ ہی اسے کبھی کسی رنگ میں پسند کیا۔ بیسیوں قسم کے فکری موضوعات ان کے زیر قلم آئے اور ہر موضوع پر بحمد اللہ تحقیق کا پورا پورا حق ادا کیا گیا لیکن کسی بھی موضوع پر تحقیق کرنے کے لئے نہ انہیں کبھی جدید اصول وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ اس کے لئے اسلاف امت کی متواتر واجماعی تحقیقات سے انکار وانحراف تک نوبت پہنچی۔ انہوں نے جو علوم وافکار جن کی تعبیرات وتشریحات کے ساتھ اپنے اکابر واسلاف اور اپنے اساتذہ وشیوخ سے حاصل کئے، وہ بغیر کسی تعبیری وتشریحی تغیر وتبدل کے اگلی نسل تک پہنچادیئے اور کسی مقام پر بھی کسی قسم کی فکری خیانت ونظریاتی بددیانتی کے مرتکب نہیں ہوئے۔

علماء وطلبہ کو نصیحت: ۱۹۹۸ء میں مدارس دینیہ کی سالانہ تعطیلات کے دوران مختلف مدارس کے اساتذہ وطلبہ کا کثیر تعداد پر مشتمل ایک وفد حضرت شیخ سے ملاقات وزیارت کے لئے گکھڑ حاضر ہوا اور دوران ملاقات حضرت شیخ سے نصیحت کی درخواست کی جس پر حضرت شیخ نے فرمایا:

> ''میرے عزیزو! ہم نے اپنے اسلاف واساتذہ سے جو علمی وفکری ورثہ پایا، اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود علمی وفکری امانت ووراثت بغیر کسی تغیر وتبدل کے آپ تک پہنچادی۔ ہم نے قرآن وسنت کے وہی الفاظ آپ تک پہنچائے جو ہمیں متواتر سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے وراثت میں ملے اور ہم نے ان متواتر ومتوارث الفاظ کی وہی تعبیر وتشریح آپ تک پہنچائی جو ہمیں متواتر سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے وراثت میں ملی۔ نہ ہم نے ان متواتر الفاظ میں تغیر کیا اور نہ الفاظ کے متواتر مفہوم میں کوئی تبدیلی کی۔
>
> میں نے اپنی تمام کتابوں کے اندر اکابرین اہل سنت اور بزرگان دیوبند کے اجماعی واتفاقی مذہب ومسلک کے عین مطابق مختلف عقائد ونظریات پر مدلل وباحوالہ بحث کردی ہے۔ ان کا مطالعہ ضرور کرو۔ علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی تحریرات کو مطالعہ میں لاؤ اور ہمارے اس دور میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی بڑی خدمات ہیں، ان کا وجود غنیمت سمجھو اور ان کی تحریروں کا بھی مطالعہ کرو۔ اب ہم نے متواتر علم وفکر اور متوارث عقائد ونظریات کی وہ امانت آپ کے سپرد کردی ہے۔ اس امانت کو اس کی اصلی وحقیقی صورت میں اگلی نسل تک پہنچانا آپ کی شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ نے اس ذمہ داری کو نبھانے میں کسی قسم کی غفلت وخیانت یا حرص وبزدلی کا مظاہرہ کیا تو آپ عند اللہ اپنے بڑوں کے بھی مجرم ہوں گے اور چھوٹوں کے بھی۔''

حضرت شیخ کی یہ انمول نصیحت ان روشن خیال حضرات کے لئے انتہائی قابل توجہ ہے جن پر ہر وقت تقلید کا جمود توڑنے اور اس کی بندشوں سے آزادی حاصل کرنے کا جنون طاری رہتا ہے اور آزاد خیالی کے اسی جنون کے تحت وہ کتابی علوم والفاظ کو تو متواتر ومتوارث مانتے ہیں، لیکن ان علوم والفاظ سے اخذ کئے جانے والے عقائد ونظریات کو متواتر ومتوارث تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ ان

آزاد خیال جدت پسندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث کے الفاظ ونقوش اگرچہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہیں، لیکن ان کے معانی ومطالب اوران کی تعبیر وتشریح ہر دور کے تقاضوں کے مطابق بدلنی ضروری ہے۔ان میں علمی وفکری تغیر وتبدل کے دروازے ہر دور میں کھلے ہیں۔اگر وہ دروازے بند کر دیئے جائیں تو ذہن وشعور آلودہ ہو جائیں گے، علمی وفکری صلاحیتوں کی نشو ونما رک جائے گی اور استعداد وصلاحیت بے کار ہو کر رہ جائے گی، اس لئے ان سب کو تواتر و توارث کی قید سے آزاد ہونا چاہئے۔ان کو سابقہ تعلیمات وتعبیرات کے قید خانہ میں بند رکھنے سے اسلامی و دینی تعلیمات اور قرآنی ونبوی مقاصد کی روح فنا ہو جائے گی۔ یہ روشن خیال و جدت پسند طبقہ اپنے اس فکر وفلسفہ کے ذریعے جو مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ کسی بھی ہوش مند وباشعور مسلمان سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔وہ اس فکر وفلسفہ کے ذریعے قرآنی ونبوی علوم وافکار کو اپنے خود ساختہ تحقیقی اصولوں کی بھٹی میں جھونکنا چاہتا ہے اور اس کو اپنے تحقیقی تجربات کیلئے تختہ مشق بنا کر نئے افکار ونظریات منظر عام پر لانا چاہتا ہے تا کہ اس کے ذریعے شہرت بھی حاصل ہو سکے اور ڈالر بھی، امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ بھی کر سکے اور اس کا علمی وفکری رشتہ اس کے اسلاف سے بھی کاٹ سکے۔خدا تعالیٰ ہر قسم کے روشن خیال جدت پسندوں کے شرور وفتن سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین۔

امام اہل سنت کا تحقیقی فکر وفلسفہ: جدت پسند طبقہ کے تحقیقی فکر وفلسفہ کا سرسری جائزہ ہم لے چکے۔اب حضرت شیخ کے عقائد و نظریات، ان کی تحقیقات اوران کے اصول تحقیق پر تفصیلی بحث کرنے سے قبل ہم ان کے تحقیقی فکر وفلسفہ پر مختصر روشنی ڈالنا ضروری خیال کرتے ہیں تا کہ قارئین کرام کے سامنے وہ بنیادی نقطہ نظر واضح ہو جائے جو حضرت شیخ کی تحقیقات کی اصل اساس ہے۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت شیخ اپنی تمام تالیفات وتحقیقات کے اندر قرآن حکیم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی تشریح کے لئے الفاظ کے معانی ومطالب کی لغوی، اصطلاحی اور عرفی وضاحت ضرور کرتے ہیں۔آیات قرآنیہ کے شان نزول کا باحوالہ تذکرہ بھی ہوتا ہے۔کتب اسماء الرجال سے احادیث مبارکہ کی صحت وثقاہت یا ان کا ضعف واضح کرنے کے لئے احادیث کے زاویوں پر مدلل ومفصل بحث بھی ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود فقط انہی امور کو اپنے موقف ونظریہ کے اثبات کی بنیاد نہیں بناتے، بلکہ امت کے تلقی بالقبول اور اسلاف امت کے علم وفہم اوران کے علمی وتحقیقی نتائج کو ہی ہمیشہ انہوں نے اپنی تحقیق کی بنیاد بنایا اور مذکورہ امور کی مدد سے انہوں نے اسلاف امت کے افکار وعقائد کا دفاع کیا۔

قرآن وحدیث کے فہم صحیح اوران سے تحقیقی استدلال کے لئے انہوں نے ہمیشہ سنت خلفائے راشدین، آثار صحابہ، تعامل تابعین واتباع تابعین اور اقوال وافکار ائمہ اہل سنت کو ہی اپنے لئے معیار واتھارٹی ٹھہرایا۔وہ چونکہ افکار وعقائد اور علم وعمل کے اعتبار سے اول وآخر سنی اور صرف سنی تھے بلکہ سنی گر تھے، اس لئے ان کی ہر تحقیق، ہر فکر اور ہر عقیدہ کی بنیاد صرف اور صرف اصول اہل سنت پر تھی جن سے انہوں نے نہ خود کبھی سر موانحراف کیا اور نہ کسی دوسرے کے لئے اس انحراف کو روا جانا، چنانچہ وہ اپنے تحقیقی فکر وفلسفہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ”جوں جوں زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا بالخیر سے دور ہوتا جا رہا ہے، دوں دوں امور دین اور سنت میں رخنے پڑتے جا رہے ہیں۔ہر گروہ اور ہر شخص اپنے من مانے نظریات وافکار کو خالص دین بنانے پر تلا ہوا ہے اور اپنی تمام نفسانی خواہشات اور طبعی میلانات کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دین اور سنت ثابت کرنے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے، الا ماشاء اللہ۔اور ایسی ایسی باتیں دین اور کار ثواب قرار دی جا رہی ہیں کہ سلف صالحین کے

وہم وگمان میں بھی نہ ہوں گی، حالانکہ دین صرف وہی ہے جو ان حضرات سے ثابت ہوا ہے اور انہی کے دامن تحقیق سے وابستہ رہنے میں نجات منحصر ہے۔" (درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ص ۵-۶)

حضرت شیخ کی مذکورہ وضاحت اور بالخصوص اس وضاحت کا آخری جملہ انتہائی قابل توجہ ہے۔ اسے بار بار ملاحظہ کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ اس ایک جملہ کے اندر انہوں نے اپنا پورا تحقیقی فکر وفلسفہ واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ صاف اور دوک ٹوک لفظوں میں اعلان فرما رہے ہیں کہ قرآنی وحدیثی تفسیرات وتشریحات اور سنت کی تعریف وتعیین کے حوالے سے دین صرف اور صرف وہی ہے جو سلف صالحینؒ سے ثابت ہے۔ وہ کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر واشگاف الفاظ میں سلف صالحینؒ کے دامن تحقیق سے وابستہ رہنے کو ہی مدار نجات قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت شیخ خود تو سلف صالحینؒ کی تحقیقات سے وابستہ تھے لیکن دیگر اہل علم کے لئے ان تحقیقات کے برعکس اپنی شخصی تحقیق پر عمل کرنے کی گنجائش باقی رکھتے تھے تو ہمارے خیال میں وہ پوری طرح حضرت شیخ کے اصول تحقیق اور طرز تحقیق سے واقف وباخبر نہیں ہے۔

حضرت شیخ نے سلف صالحین سے علمی وفکری وابستگی کا موقف درست صحیح ثابت کرنے کے لئے اس حدیث مبارکہ (مسلم ۱/۱۰ اور مشکوٰۃ ۱/۲۸) سے باقاعدہ استدلال کیا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ ایسے دجال وکذاب پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں اور باتیں پیش کریں گے، بمالم تسمعوا انتم ولا آباءکم، جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباواجداد نے۔ پس تم ان سے بچو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو، تاکہ وہ تمہیں نہ گمراہ کر سکیں اور نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔" (ایضاً ص ۶)

ظاہر بات ہے کہ اس حدیث مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب امت کے عام افراد سے نہیں بلکہ ان اہل علم سے ہے جو قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے بخوبی واقف ہیں، اور حدیث کے اندر آباواجداد سے بھی نسلی ونسبی آباواجداد مراد نہیں بلکہ علمی وفکری اور روحانی آباواجداد مراد ہیں جو کہ اسلاف امت اور بزرگان دین ہیں۔ گویا قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے آگاہی رکھنے والے اہل علم سے کہا جا رہا ہے کہ تم نے بھی ایسی حدیثیں اور باتیں سماعت نہ کی ہوں گی اور تمہارے علمی وفکری آباواجداد بھی ان باتوں سے لاعلم وبے خبر ہوں گے جو تمہارے سامنے دجال وکذاب لوگوں کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں یا تو ان جعلی ووضعی حدیثوں کی طرف اشارہ ہے جو امت کے بعض بدبخت افراد وطبقات نے اپنے من گھڑت عقائد ونظریات اور اپنی خود تراشیدہ بدعات ورسومات کو ثابت کرنے کے لئے تراشیں، جنہیں نہ امت کا تلقی بالقبول حاصل ہوا اور نہ ان کے راوی صحت وثقاہت کے مسلمہ معیار پر پورا اتر سکے اور یا اس حدیث مبارکہ میں قرآن وحدیث کی تعبیرات جدیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن وحدیث کی ایسی ایسی تعبیرات وتشریحات اخیر زمانہ کے دجال وکذاب لوگوں کی طرف سے تمہارے سامنے آئیں گی جن سے اس دور کے اہل علم بھی ناواقف ہوں گے اور ان کے آباواجداد کے بھی وہم وگمان میں نہ ہوں گی۔ گویا حق اور سچ کو پرکھنے اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے وقت کے اصحاب علم ومعرفت کے ساتھ ساتھ ماضی کے ارباب علم ومعرفت کو بھی معیار وکسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث مبارک کی روشنی میں حضرت شیخ کا یہ موقف ونظریہ بہت حد تک نکھر کر سامنے آجاتا ہے کہ ہماری ہدایت ونجات اپنے علمی وفکری آباواجداد یعنی سلف صالحین کے دامن تحقیق سے وابستہ ہونے اور وابستہ رہنے میں ہی منحصر ہے۔

صراط مستقیم معلوم کرنے کا آسان نسخہ: حضرت شیخ کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ان کی خدمت میں معمول کی حاضری دی تو حسب عادت سوال پوچھ لیا کہ اس وقت ہمارے معاشرے میں مختلف مذہبی گروہ کام کر رہے ہیں اور ہر ایک خود کو صراط مستقیم پر قائم و گامزن قرار دیتا ہے، کیسے معلوم ہو کہ کون صراط مستقیم پر ہے؟ فرمایا کہ "جو اپنی تحقیق پیش کرے، گمراہ ہے، جو بزرگوں کی تحقیق پیش کرے، صحیح ہے۔" میرے لئے یہ حضرت شیخ کا آخری سبق ہے اور اگر اس پر غور کرتا ہوں تو پہلا سبق بھی یہی تھا، یعنی پہلے اور آخری سبق میں بال برابر بھی فرق نہ تھا۔ کاش یہ سبق میرے دل و دماغ کی ہر تختی پر نقش ہو جائے اور میں اسے زندگی کے کسی بھی موڑ پر جھولنے نہ پاؤں۔ یہی میرے شیخ کا ورثہ ہے اور یہی وہ حصار ہے، جس میں محصور رہ کر میں ہر فتنہ کی ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہ سکتا ہوں۔ حضرت شیخ کے مذکورہ مختصر جملہ کی اگر کوئی تفصیل ملاحظہ کرنا چاہتا ہو تو وہ بھی ملاحظہ کرے۔ حضرت شیخ "قرآن و حدیث سے استدلال کرنے کا ضابطہ" کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

> "عوام الناس کو یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ جو بھی اسلامی یا منسوب بہ اسلام فرقہ اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہ قرآن و حدیث ہی کا نام لیتا اور اپنے استدلال میں قرآن و حدیث ہی کو پیش کرتا ہے، اب ہم کس کو صحیح اور کس کو غلط، کس کو حق پر اور کس کو باطل پر سمجھیں؟ واقعی یہ شبہ اکثر لوگوں کے مغالطہ کے لئے کافی ہے، لیکن اگر انصاف، خدا خوفی اور دیانت کے ساتھ اس بات پر غور کر لیا جائے کہ آخر یہی قرآن و حدیث حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ائمہ دین و بزرگان صالحین رحمہم اللہ کے سامنے بھی تھے، ان کا جو مطلب و معنی اور جو تفسیر و مراد انہوں نے سمجھی، وہی حق اور صواب ہے، باقی سب غلط اور باطل ہے۔ پس عوام کا یہ کام ہے کہ ہر باطل پرست اور خواہش زدہ سے یہ سوال کریں کہ فلاں آیت اور فلاں حدیث کی جو مراد تم بیان کر رہے ہو، آیا یہ سلف صالحین سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو صحیح، صریح حوالہ سے بتاؤ، چشم ما روشن دل ما شاد، ورنہ یہ مراد جو تم بیان کرتے ہو، اس قابل ہے کہ اسے
>
> اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
>
> عوام اس قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر اور کسی طرف نہ جائیں۔ پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے اور قرآن و حدیث کی مراد کون سی صحیح ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور اس میں کوتاہی کریں گے تو ضروریات دین میں غلطی کی وجہ سے کبھی عند اللہ سرخرو نہیں ہو سکیں گے۔ اور اپنی طاقت اور وسعت صرف نہ کرنے کی وجہ سے جو گناہ قرآن و حدیث کی تحریف کرنے والوں کو ملے گا، اس میں ماننے والے بھی برابر کے شریک ہوں گے۔" (تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین ص ۱۸۰)

حضرت شیخ نے اپنے اس تفصیلی موقف کو ثابت کرنے کے لئے بھی پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے قول (ابوداؤد، ۲/۲۷۸) اور گیارہویں صدی کے مجدد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوب (مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۱۵۷) سے استدلال کی ہے۔ حضرت شیخ کے اس موقف سے تین چیزیں پوری طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہیں:

(۱) قرآن و حدیث کی جو تفسیر و تعبیر صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے بزرگان دین اور ائمہ امت سے صحیح و صریح حوالہ جات کے ذریعہ ثابت ہوگی، وہی حق اور صواب ہے اور اسی پر چشم ما روشن دل ما شاد، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اور تعبیر و تشریح کا جو ذریعہ بھی ہے، وہ سب غلط اور باطل ہے، لہٰذا...... اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

(۲) عوام کے جو افراد سلف صالحین کی وساطت سے قرآن و حدیث کی تعبیر و تشریح سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس میں قصداً

وعمداً غفلت وکوتاہی کرتے ہیں تو وہ اس گمراہی کے اندر گمراہی پیدا کرنے والے کے جرم میں برابر کے شریک ہوں گے جس کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت شیخ نے یہ قواعد وضوابط اور اصول صرف عوام الناس کے لئے بیان کئے ہیں، اہل علم کے لئے قواعد وضوابط مختلف ہیں۔ تو ہم اس شبہ کے جواب میں دو چیزیں عرض کریں گے۔

(۱) حضرت شیخ اپنی اس تحریر کے اندر اہل علم وتحقیق کو تحقیقات سے اسلاف کے دائرہ میں بند رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور ان کے لئے یہی اصول بیان فرما رہے ہیں۔ اگر ان اہل علم کی تحقق اس اصول کے دائرہ میں بند ہے تو حق وصواب ہے ورنہ باطل و مردود، تو گویا اس میں اہل علم کے لئے بھی اصول وقاعدہ موجود ہے۔

(۲) لیکن اگر اہل علم بالفرض اس تحریر کے اندر اپنے لئے کوئی گنجائش پاتے ہیں تو پھر اس تحریر میں ان کو اپنی تحقیقات وافکار پبلک کے اندر لانے کی کوئی گنجائش نہیں ملے گی، کیونکہ عوام الناس کو حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کا پیمانہ سمجھا دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ اہل علم اپنے خودساختہ افکار ونظریات کو اپنے ذہن تک یا اپنے جیسوں تک ہی محدود رکھیں۔ کتابیں اور رسائل لکھ کر عوام الناس میں نہ لائیں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے، اسی میں عوام کی بہتری ہے اور اسی میں دین کی بہتری ہے۔ گویا

میں وہ صاف صاف کہہ دوں جو ہے فرق مجھ میں تجھ میں
ترا درد درد تنہا مرا غم غم زمانہ

گزشتہ سطور میں ہم پوری طرح واضح کر چکے ہیں کہ حضرت شیخ اول وآخر سنی تھے۔ اصول وفروع میں سنی تھے اور سنت کے دائرہ سے کسی صورت باہر نکلنا پسند نہ کرتے تھے۔ اس اعتبار سے اصول اہل سنت ہی ان کے اصول تحقیق تھے اور ان کی تمام تعلیمات وتحقیقات انہی اصولوں پر مبنی ہیں۔

حقانیت مذہب اہل السنۃ والجماعۃ: اصول اہل سنت سے قبل ہم اہل سنت پر مختصر بحث کرنا چاہیں گے۔ امت مسلمہ کے اندر مذہب اہل سنت وجماعت کی کیا حیثیت واہمیت ہے اور حضرت شیخ سمیت تمام بزرگان دیوبند اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے؟ اس کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ احادیث صحیحہ اس حقیقت پر پوری طرح گواہ اور شاہد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے اندر جس تفریق اور انتشار کی خبر دی، اس میں صرف ایک گروہ کو ہی ناجی اور قائم علی الحق قرار دیا۔ وہ ناجی گروہ کون سا ہے؟ اس کے بارے میں مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی فرماتے ہیں کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقے بن جائیں گے۔ ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ عرض کیا وہ ناجی فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا وہ جماعت ہوگی جسے اہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے طریق پر چلیں گے۔ ان کا عقیدہ اور عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عقیدہ اور عمل کے مطابق ہوگا۔ یہی لوگ ناجی ہیں۔'' (معالم العرفان ۴/۳۵۳)

ربیع الاول ۱۴۰۳ھ میں جماعت مبلغین اہل السنت والجماعت ضلع گوجرانوالہ کی طرف سے حضرت شیخ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا گیا جس میں چند مسائل کی وضاحت دریافت کی گئی تھی۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ اہل السنّت والجماعت کا مطلب کیا ہے اور یہ کون سا گروہ ہے؟ اس مکتوب کے جواب میں حضرت شیخ کی طرف سے جو مکتوب جاری کیا گیا، وہ جماعت

مبلغین گوجرانوالہ نے ''اہل سنت کی پہچان'' کے نام سے شائع کیا۔اس میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

''اہل السنّت والجماعت کا مطلب جیسا کہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں اور امام حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں تصریح کی ہے، جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات صحابہ کرام کی جماعت کی پیروی اور اتباع کریں، وہ اہل السنّت والجماعت ہیں۔اور امت کے تہتر فرقوں میں سے یہی طبقہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اول وآخر تک دوزخ سے محفوظ رہے گا اور اس فرقہ کو الفرقۃ الناجیۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ''ما انا علیه واصحابی'' کا مصداق یہی طبقہ ہے اور ما انا علیہ سے مراد سنت اور واصحابی سے مراد جماعت صحابہ کی پیروی کی طرف اشارہ ہے۔علامہ عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب (الملل والنحل ۱/۱۳) میں یہ مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عنقریب امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ایک فرقہ ان میں سے نجات پانے والا ہے اور باقی ہلاک ہونے والے ہیں۔پوچھا گیا، نجات پانے والا کون سا فرقہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اہل السنّت والجماعت کا۔پوچھا گیا کہ سنت اور جماعت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ طریقہ جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔اور واصحابی کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع روایت میں بھی (جو مستدرک حاکم ۱/۱۲۹ اور تفسیر درمنثور ۲/۶۳ وغیرہ میں ہے) موجود ہیں۔اس روایت کے مطابق ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل السنّت والجماعت کا گروہ ہے۔اس کے بغیر باقی تمام فرقے ہلاکت کا شکار ہوں گے۔'' (اہل سنت کی پہچان ص ۸)

اور پھر صفحہ ۱۳ پر درمنثور ۲/۶۳ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۹۰ اور تفسیر مظہری ۲/۱۱۴ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ''یوم تبیض وجوه و تسود وجوه'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''قیامت کے دن اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت اور اہل افتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' (ایضاً ص ۱۳)

اسی قسم کی ایک روایت تفسیر درمنثور ۲/۶۳ کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی نقل کی گئی ہے جس میں اھل البدع والاھواء کے الفاظ ہیں، یعنی اہل بدعت اور خواہشات پرستوں کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے۔امت کے اندر تہتر فرقوں کے معرض وجود میں آنے اور ناجی فرقہ کے لئے ما انا علیہ واصحابی کی روایت المنہاج الواضح یعنی راہ سنت میں بھی حضرت شیخ نے ترمذی ۲/۸۹ اور مشکوٰۃ ۱/۳۰ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں وهی الجماعة (ابوداؤد ۲/۲۷۵، مستدرک حاکم ۱/۱۲۸، ابن ماجہ ۲۹۶ اور مشکوٰۃ شریف ۱/۳۰) یعنی نجات حاصل کرنے والا صرف وہی فرقہ ہے جو اس جماعت صحابہ کرام کا ساتھ دینے والا ہے اور اسلام کی اس جماعت سے کٹ کر الگ نہ ہونے والا ہے۔'' (راہ سنت ص ۳۷)

اور حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' ۱/۱۷۰ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

''اہل السنّت یعنی نجات پانے والا وہ فرقہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لیتا ہو جو کتاب وسنت سے ظاہر ہو اور جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا اس پر عمل ہو۔اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف (یعنی صحابہ کرامؓ وتابعینؒ) کے عقیدہ اور عمل کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل اپنا لیا ہو۔'' (درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ۲۷)

اس مختصر مگر مدلل بحث سے یہ حیثیت پوری طرح واضح وآشکار ہو چکی ہے کہ حضرت شیخ گروہ اہل السنت والجماعت سے ہی اپنی فکری وعملی وابستگی کیوں قائم رکھنا چاہتے تھے اور ساری زندگی انہوں نے اسی کی اشاعت وترویج پر کیوں صرف کردی؟ جب پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف امت کی نشاندہی بھی فرمادی، اس اختلاف میں ناجی فرقہ وگروہ کا نام بھی بیان کردیا اور اس کی علامت وپہچان بھی ظاہر کردی تو پھر کسی باایمان مسلمان کے لئے اس سے انکار وانحراف یا اس سے اختلاف وروگردانی کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے؟

اصول اہل سنت یعنی دلائل شرعیہ: جب یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی کہ امت کے متفرق گروہوں میں سے صرف اہل السنت والجماعت کا گروہ ہی حق پر ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس گروہ کے اصول ودلائل معلوم کئے جائیں۔ جب یہ گروہ قرون اولیٰ میں موجود تھا تو یقیناً اس کے اصول بھی قرون الٰہی میں موجود تھے۔ اس حوالے سے اس گروہ کے وہی اصول معتبر ہوں گے، اگلے جو قرون اولیٰ میں وضع کئے گئے اور اس کے بعد ہر گروہ اور فرقہ کا مقابلہ انہی اصولوں کی بنیاد پر کیا گیا۔ یہ اصول چار ہیں: (۱) قرآن حکیم، (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، (۳) اجماع امت، اور (۴) قیاس شرعی۔ یہی چار چیزیں اصول اہل سنت کہلاتی ہیں۔ یہی دلائل شرعیہ کے نام سے معروف ہیں اور انہی کو اصول فقہ تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ ان اصول اہل سنت اور دلائل شرعیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''تمام اہل اسلام اس امر پر کلیتاً اتفاق رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے علم کے ذرائع میں سب سے پہلے قرآن کریم اور پھر حدیث شریف ہے، اور پھر اجماع امت کے بعد اظہار اسلام اور ان کے افہام وتفہیم کا ایک ذریعہ قیاس اور اجتہاد بالفاظ دیگر عقل و بصیرت بھی ہے۔ مگر طلوع اسلام (منکرین حدیث کا ترجمان) کے نزدیک نہ تو حدیث شریف علم کا ذریعہ ہے اور نہ امت مسلمہ کا اتحاد واتفاق۔'' (انکار حدیث کے نتائج ص ۱۶۷)

یعنی علوم دینیہ حاصل کرنے کے چار ذرائع ہیں اور وہی اصول اہل سنت ودلائل شرعیہ ہیں۔ ان میں سے چوتھا اصول اور چوتھی دلیل قیاس واجتہاد کی ہے جسے عقل وبصیرت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے حدود وقیود پر ان شاء اللہ آگے حجیت قیاس کے تحت بحث آئے گی۔ بقیہ تین دلائل واصول کی حیثیت کیا ہے؟ ان کے بارے میں حضرت شیخ کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ:

''جملہ اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ دلائل وشواہد کی مد میں قطعی اور یقینی درجہ نمبر اول صرف قرآن کریم کو حاصل ہے، اس کے بعد حدیث متواتر، اور پھر اجماع قطعی کو۔'' (انکار حدیث کے نتائج ص ۱۳۹)

''جملہ اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دلائل اور براہین کی مد میں جو درجہ اور مرتبہ قرآن کریم حدیث شریف اور پھر اجماع امت کو حاصل ہے وہ کسی اور دلیل وبرہان کو حاصل نہیں۔'' (راہ ہدایت ۶۵)

''ہمارے اکابر عقیدہ کو قطعی دلائل سے پیش کرتے ہیں اور قطعی دلائل یہ ہیں: (۱) قرآن کریم، (۲) خبر متواتر، (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ، تواتر قدر مشترک ہو یا تواتر توارث، ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے۔ (البیان الازہر، از علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ص ۱۰۳-۱۰۴ ۳) اور اجماع قطعی۔ کوئی عقیدہ ہمارا ان دلائل کے بغیر کسی اور چیز پر موقوف نہیں ہے۔'' (راہ ہدایت ص ۱۶۲)

علمائے دیوبند: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے تہتر فرقوں میں سے صرف اہل سنت والجماعت کو ناجی وجنتی فرقہ قرار دیا

ہے اور دوسرے فرمان میں ہر دور میں اہل حق کی موجودگی کی بشارت دی۔ گویا اہل سنت والجماعت کا گروہ ہی اہل حق ہے اور اسی کی بشارت دی گئی ہے اور اہل سنت والجماعت کا گروہ اپنے اصولوں (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) پر قائم ہے اور یہی اصول ہمیشہ اس کی شناخت رہے ہیں اور انہی اصولوں کی بنیاد پر اس نے تمام باطل و گمراہ فرقوں کا مقابلہ کیا ہے اور ان اصولوں کو ترک کرنے والے اہل سنت سے علیحدہ ہوتے رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے اندر جماعت حقہ کے اس متواتر سلسلہ کی کڑی کون سا گروہ ہے؟ حضرت شیخ پورے اعتماد و یقین کے ساتھ جماعت دیوبند کو اس کی کڑی قرار دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''اکابر علمائے دیوبند ہر مسئلہ میں اتباع سنت کے ساتھ سلف صالحینؒ کی تحقیق پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ دیگر مسائل کی طرح وہ بدعت کی تعریف میں بھی سلف کی پیروی کرتے ہیں۔'' (راہ سنت، ص۷۹)

''بحمداللہ تعالیٰ علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت کے افراد ہیں اور اصول وفروع میں ان کا کوئی عقیدہ اور عمل اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں ہے، چہ جائیکہ ان کے عقیدہ اور عمل سے متصادم ہو۔ ہم نے اپنی متعدد کتب میں باحوالہ اس پر بحث کی ہے۔'' (اہل سنت کی پہچان، ص۷)

حضرت شیخ اس دور میں (برصغیر پاک وہند کے اندر) جماعت دیوبند کو ہی قرآن وسنت کی موعودہ جماعت حقہ کی کڑی اور اہل سنت والجماعت کے اصول وعقائد کی ترجمان قرار دیتے تھے اور ان کا یہ دعویٰ ہر اعتبار سے مبنی بر حقیقت ہے کہ جماعت دیوبند کا اصول وفروع میں کوئی عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں۔

اس پوری بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حضرت شیخ فرمان نبوی کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کو ناجی وہدایت یافتہ گروہ تسلیم کرتے تھے، اہل سنت والجماعت کے اصول ودلائل کی روشنی میں قرآن وسنت، سنت خلفائے راشدین، تعامل صحابہ وخیر القرون، اجماع امت اور قیاس شرعی کو حجت مانتے تھے، اس کے لئے وہ اہل سنت والجماعت کے متواتر ومتوارث گروہ سے فکری وابستگی کو ہی ہدایت ونجات کا ذریعہ سمجھتے تھے اور عصر حاضر میں جماعت دیوبند کو اسی سلسلہ کی کڑی تسلیم کرتے ہوئے اسی کے دامن تحقیق سے وابستہ تھے اور اپنے جملہ متعلقین کو بھی اسی سے وابستہ رکھنا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اسی سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆......☆......☆

وفاق المدارس عربیہ پاکستان نے سیلاب سے متاثر ہونے والے افراد کی بحالی کے لیے 3 صوبوں سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں دینی مدارس کے طلبہ کی ٹاسک فورس قائم کردی ہے اور ان طلبہ کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ وہ ہر جگہ امدادی کیمپ قائم کریں اور متاثرین کے لیے کھانے پینے، رہائش اور ادویہ وغیرہ کا اہتمام کریں۔ نمائندہ وفاق نے کہا کہ وفاق المدارس کے عہدیداروں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ بے سہارا بچے اور بچیاں جو دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں، ان کو ترجیحی بنیادوں پر نہ صرف داخلہ دیا جائے گا، بل کہ ان کی ہر طرح کی کفالت کی ذمہ داری بھی مدارس اٹھائیں گے۔ اس وقت ہزاروں متاثرین وفاق المدارس سے ملحق 3 ہزار مدارس میں موجود ہیں، جہاں ان کی ہر طرح ضرورت کا خیال رکھا جارہا ہے۔ وفاق کے نمائندے نے کہا کہ حکمرانوں کی بدعنوانیوں کے باعث بیرونی دنیا سیلاب زدگان کی مدد سے کترا رہی ہے۔ اس نازک موقع پر حکمرانوں کو غیروں سے بھیک مانگنے کے بجائے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ پوری قوم متحد ہو کر ایمان، اتحاد اور تنظیم کے قومی سلوگن پر عمل پیرا ہو جائے تو ہم اس بحران سے بہت جلد نکل سکتے ہیں۔ (پ۔ر)